© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

اسلامی مشاورتی کونسل

بالآخر صدر نے اسلامی مشاورتی کونسل کے ارکان کا اعلان کر دیا اور کونسل کی تشکیل کی موجودہ حیثیت سے ان رہی سہی توقعات کا بھی خون ہو گیا جو اسلامی نقطۂ نظر سے موجودہ آئین سے وابستہ تھیں۔ آئین کے باب نہم کا تعلق اسلامی احکام سے تھا جس کا مقصد مروجہ جملہ قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق اور آئندہ ہر قسم کی قانون سازی کو قرآن و سنت کا پابند بنانا تھا۔ آئین سازی کے موقع پر اسمبلی کے علماء ارکان کی برابر یہ سعی رہی ہے کہ آئین کا یہ حصہ زیادہ سے زیادہ موثر اور آئین کو اسلامی بنانے کیلئے زیادہ سے زیادہ ضمانت مہیا کرنے کے قابل ہو جائے۔ مگر افسوس کہ ان دفعات کی تنفیذ کے لئے عام بنیادی حقوق اور دوسرے قوانین سے ہٹ کر ایک خاص طریق کار وضع کیا گیا کہ اس طرح کسی قانون کی اسلامی حیثیت متعین کرانے کیلئے عدالتی چارہ جوئی نہ کی جا سکے۔ علماء ارکان نے دلائل اور براہین سے ثابت کیا کہ جب عدالت آئین کی دیگر دفعات کے منافی کسی قانون کو کالعدم کرا سکتی ہے۔ تو آخر کسی قانون کی اسلامی حیثیت متعین کرانے سے جو کسی مسلمان کیلئے تمام حقوق سے بڑھ کر بنیادی حق ہے۔ پارلیمنٹ کی بالادستی کو برقرار رکھنا کیوں ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اور بالادستی کے سوال پر صرف اسلامی قانون سازی پر کیوں بحث چھیڑی جاتی ہے۔ بہرحال یہ تمام استدلال اور احتجاج صدا بصحرا ثابت ہوا۔ اور اسلامی قانون سازی کے لئے اسلامی مشاورتی کونسل والا طریق کار وضع کیا گیا۔ اب چونکہ آئین اور کسی قانون کی اسلامی حیثیت کا سارا دارومدار مشاورتی کونسل کے ارکان کی اہلیت پر رہ گیا۔ اس لئے علماء ارکان نے کونسل کی ہیئت تشکیل پر نہایت توجہ دی اس کے ارکان کی اہلیت صلاح و تقویٰ، علمی و ذہنی تبحر، تدین اور خداترسی وغیرہ امور کو ملحوظ رکھنے پر خاصہ زور دیا گیا۔ اور آئین کی دفعہ ۲۲۸ میں بھی یہ صراحت کی گئی کہ کونسل کے ارکان قرآن و سنت کے منقحہ اسلامی اصول اور فلسفے کا علم رکھتے ہوں۔ اور کم از کم چار ارکان ایسے علماء ہوں جو کم از کم پندرہ سال تک اسلامی تحقیق یا تدریس کے کام سے وابستہ چلے آ رہے ہوں۔ دستور میں کہا گیا کہ یہ کونسل سات سال میں اسلامی قانون سازی کا

© rasailojaraid.com

کام مکمل کرے گی۔ اور اسے ہر سال ایک رپورٹ مرتب کرکے پیش کرنا ہو گی۔ اسی طرح کچھ نہ کچھ توقع پیدا ہو گئی تھی کہ اگر یہ کونسل اس اہم کام کی اہل ہوا اور اس کام میں مخلص تھی، تو اس کے ذریعہ ایک بڑا کام ہو سکے گا۔

مگر افسوس کہ کونسل کی موجودہ تشکیل سے ان تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔ اور اس ملک میں اسلام اور اسلامی قانون سازی کی رہی سہی تمنائیں بھی خون ہو گئیں۔ اگر حکومت ملک کو اسلامی ریاست بنانے کے دعووں میں مخلص ہوتی تو کونسل کی تشکیل میں اپنے وقتی مفادات اور تحفظات کو دخل نہ دیتی اور اس کیلئے ایسے اہل اور جامع افراد نامزد کئے جاتے جو اس عظیم اور اہم کام کے واقعی معنوں میں اہل ہوتے مگر افسوس کہ سوائے ایک رکن کے جو اسلامی علوم کی درس و تدریس کے پندرہ سالہ تجربہ پر پورا اترتے ہوئے جو علم حدیث ادب اور فقہ میں مہارت رکھتے ہیں مگر جنہیں خود بھی فقہ اصول فقہ یعنی اسلامی قانون سازی کے بنیادی علوم میں مہارت تامہ کا دعویٰ نہیں، باقی کسی رکن میں آئین کے تقاضے اور فنی مہارت تو کیا علوم اسلامیہ کے الف باء پر پورے نہیں اتر سکتے۔ اور اسطرح موجودہ کونسل کی حیثیت بھی عوام کی نظروں میں وہی رہ گئی ہے۔ جو ایوب خان کے نامزد کردہ اسلامی مشاورتی کونسل کی تھی۔ اور جس میں عہد اکبری کے ملا مبارک کی وہ ساری اولاد جمع کی گئی تھی جو شہنشاہ والا تبار کے اشارہ پر حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیا کرتے اور جو لاکھوں روپے کے اخراجات کے بدلے قوم کو فکری انتشار و اضطراب کے سوا اور کچھ نہ دے سکی۔ موجودہ آئین میں جبکہ اسلام کو ریاست کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے۔ اور اسلامی معاشرہ اسلامی قانون سازی کے رو سے بنانا حکومت کو چاہئے کہ اولین فرصت میں کونسل کی موجودہ تشکیل پر نظر ثانی کرے اور اس آئین کے تقاضوں کو پورا کرے۔ جسے عوامی حکومت اپنا سب سے بڑا کارنامہ قرار دے رہی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو کونسل کی موجودہ تشکیل پر نہ تو مسلمانوں کے سواد اعظم کا اعتماد حاصل ہو سکے گا نہ اسکی کوئی رائے اسلامی نقطۂ نظر سے کسی اعتماد کی قابل ٹھہر سکے گی۔

مولانا شمس الدین شہیدؒ

کتنا المناک اور افسوسناک ہے بلوچستان کے مرد مومن اور جری وحق گو عالم دین مولانا شمس الدین کی شہادت کا واقعہ۔ اور یہ افسوس و ماتم بھی ان محرکات اور حالات کا ہے۔ جو سیاسی بھی ہیں اور مذہبی بھی، ورنہ مولانا کی زندگی کا یہ انجام ماتم و حسرت کا نہیں بلکہ مردان حق اور قافلۂ دعوت و عزیمت کیلئے